Title - JEHEL MURAKKAB.

Creator - Anees Ahmad Marehravi

Publisher - Maktaba Abr Aheemiya (Hyderabad)

Date - 1930

Pages - 28

Subjects - Urdu Drama

جہلِ مرکّب

(از)

انیس احمد مارہروی

جہلِ مرکّب

(مؤلفہ)

ڈبلیو۔ بی۔ پٹس
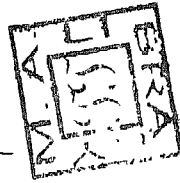
مترجمہ

مولانا انیس احمد مارہروی (علیگ) او۔ بی ای مؤلف "آئین ادب"
مترجم "سیرت یتیم" وغیرہ

(باہتمام)

سیّد رشید کاظمی

بار دوم سنہ ۱۹۳۰ء

ملنے کا پتہ مکتبہ ابراہیمیہ امداد باہمی (محدود) اسٹیشن روڈ حیدرآباد دکن

قیمت (۴/)

تقریب

محترمی مولانا انیس احمد مارہروی (علیگ) او' بی' ای نے مسٹر نیا لال آئی' سی' ایس'
کی فرمائش پر اس ڈرامہ کا ترجمہ انگریزی سے کیا تھا۔ یہ ڈرامہ ایک انگریز مصنف "ڈبلیو' بی' یائش"
نے "آور گلاس" کے نام سے
لکھا تھا' پہلی مرتبہ اس کی طباعت "کاٹن پریس ایٹہ" میں ہوئی تھی۔ میرے عزیز دوست اور محترم
کے فرزند ارجمند مولوی انیس مجتبیٰ صہبا مارہروی بی' اے نے یہ ترجمہ مجھے دیکھنے کے لئے مرحمت
فرمایا' چونکہ ڈرامہ نہایت ہی عمدہ اور نتیجہ خیز ہے اس لئے میں نے بھی صہبا کو اس کی دوبارہ
طباعت کے لئے مجبور کیا۔

اس لامذہبی اور دہریت کے زمانہ میں ایک انگریز مصنف کا موحدانہ ڈرامہ یقیناً ایک نئی
چیز ہے یوروپ تو خیر مدت سے دہریت کے بحر زخار میں غوطے لگا رہا ہے مگر اب ہندوستان نے بھی
اسی دریائے بے پایاں میں دل پھینک دیا ہے۔ بوڑھوں نے تو خیر بری بھلی گزار لی
اور نوجوان جس طرح بھی ہو لامذہبیت و دہریت ہی سے سہی بقیہ زندگی کے دن
ختم کر لیں گے مگر فکر ان آنے والی نسلوں کی اور ان ہونہار بروا کے چکنے پاتوں کی ہے
جن کے بالکل دہریہ ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔

ضرورت ہے کہ ہم اپنے بچوں کو کم سنی ہی سے وحدانیت کی تعلیم دیں' مذہب کے
متعلق موٹی موٹی اور ضروری ضروری باتیں ذہن نشین کراتے رہیں تاکہ وہ بڑے ہو کر یاد حق
کی طرف متوجہ ہو سکیں۔

موجودہ درسی کتابیں ان باتوں سے یکسر خالی ہیں' بچوں کے لئے جو قصے اور کہانیاں
شائع ہوتی رہتی ہیں وہ بھی اخلاقی اور افسانوی رنگ میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہیں یا نہ تو مذہبی

پہلو ہی ہوتا ہے اور نہ تاریخی ہی۔

میری دانست میں اس قسم کے ڈرامے مدراس کے جلسوں میں ایکٹ کئے جانے کیلئے بچوں کو دئے جائیں تو نہ صرف ان کی تفریح ہی ہوگی بلکہ مذہب اور اعتقاد کی بنیادیں بھی مستحکم ہوتی جائیں گی۔

مذہبی مسائل کو ذہن نشین کرانے کے لئے اس سے بہتر کوئی اور طریقہ نہیں ہوسکتا امید ہے کہ برادران وطن اس ڈرامے سے اپنے بچوں کے میزوں کو خالی نہ رکھینگے۔

مولانا انیس احمد باہری علیگڑھ کے قدیم طالب العلم اور ہندوستان کے مشہور ادیب ہیں گو یہ ترجمہ مولانا کی طالب العلمی کا کارنامہ ہے مگر نہایت ہی صاف ستھری زبان کا مالک اور سنجیدہ اور رنگین خیالات کا حامل ہے فقط

سید تمکین کاظمی

۵/ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء
کوٹلہ عالیجاہ، حیدرآباد دکن

ابوجہل ...... ایک فلسفی۔

ابلہ ...... ایک پاگل۔

عزرائیل ...... موت کا فرشتہ۔

ذکی
معتقد ...... ابوجہل کے شاگرد۔
فہیم

زاہدہ ...... ابوجہل کی بیوی۔

تقی
شفیق ...... ابوجہل کے بچے

۵

ایک بڑا کمرہ ہے جس میں ایک دروازہ پشت کی جانب اور دوسرا پہلو میں ایک
کمرہ کے اندر ہے۔ کمرہ کے وسط میں ایک میز اور ایک کرسی بچھی ہے۔ چند تپائیاں اد
کے قریب پڑی ہیں۔ دروازہ کے پاس طاق پر ایک ریت گھڑی رکھی ہے۔ ایک کرہ
ہیئت کے مسائل سمجھانے کے لیے رکھا ہے۔ دیوار پر دنیا کا ایک دقیانوسی نقشہ لٹکا
ہے۔ ایک گوشہ میں مختلف باجے رکھے ہیں۔ فرش خوشبودار پتیوں سے مہک رہا
بوجہل (کمرہ میں کرسی پر بیٹھا ہے اور کتاب کے ورق الٹ کر دل میں کہتا ہے)
کہاں ہے جو آج لڑکے پڑھ گئے۔ ہاں یہی تو ہے۔ مگر اس مقام پر یہ کیا لکھا ہے۔
ایک درویش نے بابل کی دیواروں پر لکھ دیا تھا "عالم دو قسم کے ہیں۔ ایک
خیال دوسرا عالم مثال۔ عالم خیال میں سردی ہوتی ہے تو عالم مثال میں گرمی
خیال میں خزاں ہوتی ہے تو عالم مثال میں بہار"۔ خیر کچھ ہوگا۔ میں چاہتا تھا کہ آج
کسی دوسرے مضمون پر بحث کرتے (ابلہ داخل ہوتا ہے اور اپنی ٹوپی ہاتھ میں لیے
ہاتھ پھیلا کر دروازہ پر کھڑا ہو جاتا ہے اس کے دوسرے ہاتھ میں مقراض ہے)
نہیں آخر اس فقرہ کا مطلب کیا ہے۔ میرے نزدیک تو یہ ایک مہمل سی بات
ہوتی ہے۔ لیکن تعجب یہ ہے کہ جس کتاب میں علم و فضل کا ذخیرہ ہو اس میں ایسی باتیں
ہوں۔ ایسی کتاب میں لایعنی بات کا کیا ذکر لاطائل بات کیسی۔ اگر بالفرض
کتاب ایسی ہی ہوتی تو اس کا مصنف اس کی قدر کیوں کرتا۔ اس کے صفحوں کو
سے کیوں آراستہ کرتا۔ رنگ آمیزی اور طلاکاری سے کیوں زینت دیتا۔

ابلہ۔ ایک پیسہ دیجیئے بھلا ہوگا۔

ابوجہل۔ (دوسرا ورق الٹکر دل میں کہتا ہے) کیا خوب اس مقام پر مصنف صاحب فرماتے ہیں "زمانہ قدیم میں حکما اور فلسفیوں نے عالم مثال کو بالکل فراموش کر دیا تھا"۔ میں اب مصنف کا مفہوم سمجھ گیا۔ کچھ مضائقہ نہیں ہم نے اپنے شاگردوں کو اس سے زیادہ مفید تعلیم دی ہے۔

ابلہ۔ حضرت کیا پیسہ نہ دیجیئے گا۔

ابوجہل۔ (دل میں) یہ کمبخت کیا بک رہا ہے۔ نہ معلوم کون ہے (ابلہ سے) میاں تم کون ہو کیا مانگتے ہو۔ تم کو ایک مسلمان عالم کے وعظ و نصائح سے کیا نفع ہو سکتا ہے۔

ابلہ۔ آپ سا فلسفی اس مسکین کو ایک پیسہ دینے سے انکار کرے یہ کیسے ممکن ہے۔

ابوجہل۔ فلسفہ کے معنے بھی جانتے ہو یا یوں ہی بک بک کرتے ہو۔

ابلہ۔ واہ کیا خوب۔ آپ کو کچھ خبر بھی ہے۔ کیا ہے جو مجھے نہیں معلوم۔ میں نے جو کچھ دیکھا اور سنا سب میرے پیش نظر ہے۔

ابوجہل۔ بیشک بیشک آپ بڑے نامی عالم و فاضل ہیں۔ صورت ہی سے حالت میرس یہ تو آپ کی صورت ہی کہہ رہی ہے۔ آپ نے کیا دیکھا۔ کیا سنا۔ کیا سمجھا۔ ذرا بتائیے تو۔

ابلہ۔ لیجیئے سنئے۔ میں بتاتا ہوں لیکن پیسہ دینا ہوگا۔ کیوں دیجیئے گا نا۔ میں ایران گیا۔ جہاں کسی زمانہ میں ہر روز شام کو گھنٹوں کی آواز سے میدان گونج اٹھتے تھے وہاں اب کیا دیکھتا ہوں کہ لوگوں کے خراٹے کی آواز ضرور آتی ہے اور باقی خیریت ہے۔ توران گیا جہاں مجھ سے جوان صالح پہاڑوں پر زیارت کو جایا کرتے تھے وہاں کیا دیکھا کہ لوگ لہو لعب میں مبتلا ہیں۔ ان کو دین دنیا کی مطلق خبر نہیں۔ اندلس پہنچا وہاں جو کچھ دیکھا وہ بھی سنئے جہاں پہلے متقی اور پرہیزگار لوگ پابند صوم و صلوٰۃ و خیر و برکت کے

کاموں میں مشغول رہتے تھے وہاں اب دختِ رز کی چاہت اور مہ جبینوں کی صحبت سے ان کو کہاں فرصت۔ کیوں سچ کہئے گا کیسے پتہ کی باتیں سنائیں۔ مجھ سے نہ رہا گیا۔ اور میں نے ان خدا کے بندوں سے پوچھا کہ آخر یہ کیا بدبختی تم پر سوار ہے۔ ایسے انقلابات عظیم کیوں پیش آئے۔ انہوں نے نہایت بے باکی سے جواب دیا کہ تمھاری عقل تو ضرور چکرا گئی نہیں ہو گئی ہے۔ آخر اس میں کیا بدبختی ہے۔ یہ افعال نہایت مستحسن ہیں۔ ان میں کیا برائی ہے یہ تعلیم ہمیں ایک بڑے نامی فلسفی نے دی ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا۔ ؎

بہ مے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نہ بود ز راہ و رسم منزلہا

ابوجہل۔ تم نے کسی سے اس فلسفی کا نام بھی پوچھا تھا۔

ابلہ۔ جی ہاں، پوچھا تھا۔

ابوجہل۔ کیا۔

ابلہ۔ کیا اس کا نام بھی آپ کو بتا دوں۔

ابوجہل۔ ہاں ضرور بتاؤ۔

ابلہ۔ بتاتا تو ہوں لیکن پیسہ دینا ہوگا۔

ابوجہل۔ اچھا پہلے بتاؤ تو۔

ابلہ۔ اس کا نام لوگوں نے ابوجہل بتایا تھا کیوں صحیح ہے نا۔ (اب تو حضرت چکرائے)

ابوجہل۔ اچھا معلوم شد۔ جاؤ فضول بک بک مت کرو۔ باورچی خانہ میں کچھ کھانے کو مل جائیگا۔

ابلہ۔ ایسا نامور فلسفی اور ایسی پوچ بات۔

ابوجہل۔ کیوں۔

ابلہ۔ ذرا سی بات آپ کی سمجھ میں نہیں آتی جو جیسا کھائی ویسا [illegible]

پیسے چاہئیں جس سے میری تھیلی بھر جائے۔ اور پھر شام کو بازار جا کر گوشت۔ میوہ۔ اور شراب خریدوں۔ خرگوش اور گلہریوں کے شکار کے لئے ایک جال چاہئے اور ان کے کباب بنانے کے لئے برتن۔ غور کیجئے پیسوں سے کتنی ضرورتیں پوری ہونگی۔

ابوجہل۔ مہربانی کرکے آپ تشریف لیجائیے میرا وقت ضائع نہ کیجئے۔

ابلہ۔ خدا آپ کا بھلا کرے۔ ایک پیسہ دیدیجئے۔ ماہی گیر تو ہمیشہ جاڑوں میں مجھے اپنے بالاخانہ پر جال کے قریب سونے کی جگہ دیتا ہے۔ اس کا اعتقاد ہے کہ میں بڑا مبارک قدم ہوں۔ گرمیوں میں چرند پرند میری خوشامد کرکے مجھے اپنی ناندوں اور گھونسلوں کے پاس سلاتے ہیں۔ میری صورت دیکھنا یا مجھے ہاتھ سے چھو لینا فال نیک ہے۔ اور اگر کوئی پیسہ دیدے تو کیا کہنا مالا مال ہو جائیگا۔ کیوں اب تو پیسے دیجئے گا (ہاتھ پھیلا کر) لائیے دلوائیے (ذرا ٹھہر کر) معلوم ہوتا ہے آپ ابتک نہیں سمجھے (چپکے سے کہتا ہے بڑے کوڑہ مغز سے سابقہ پڑا ہے) جناب یہ تو بہت موٹی سی بات ہے۔ اگر میں خوش نصیب ہوتا تو فاقے کرتے کرتے مر نہ جاتا۔

ابوجہل۔ (ابلہ کی طرف دیکھتا ہے اور اس کی نظر اچانک مقراض پر پڑتی ہے) ہاں یہ مقراض تمھارے پاس کیوں ہے۔

ابلہ جناب یہ بات بتانے کی نہیں ہے۔ آپ ان کے دشمن ہیں۔ میں نے یہ راز آپ کو بتا دیا تو آپ ان کو ہرگز نہ رہنے دینگے فوراً نکالدینگے۔

ابوجہل۔ آخر وہ کون ہیں میں کس کو نکال دونگا۔

ابلہ۔ (گردن ہلا کر) اوں ہوں میں ہرگز نہ بتاؤنگا۔

ابوجہل۔ اچھا اگر پیسہ ملے تو بتاؤگے۔

ابلہ۔ (دل میں کہتا ہے اب ذرا حضرت قابو میں آئے ہیں) جی نہیں میں نہیں بتا سکتا۔

ابوجہل۔ اگر دو پیسے ملیں تو۔

ابلہ ۔ اگر آپ دو پیسے دیں گے تو کیا پوچھنا ہے آپ کے مال میں بڑی برکت ہوگی۔ لیکن میں بتاؤنگا تب بھی نہیں ۔

ابوجہل ۔ اگر تین پیسے ملیں تو ۔

ابلہ ۔ جی کیا فرمایا تین پیسے! سنئے جناب صاف بات یہ ہے کہ تین پیسے تو نہیں اگر آپ پورا ایک آنہ دیں تو میں ضرور بتادونگا ۔

ابوجہل ۔ خیر ایک ہی آنہ سہی ۔ لیکن میں آج سے پھر تمہیں ابلہ نہ کہونگا ۔ اپنے مطلب کی تو خوب سمجھتے ہو ۔

ابلہ (چپکے سے) ابلہ نہ کہئے گا تو اچھا ہے میری جان بچیگی ۔ آپ کے شاگرد مجھے چھیڑتے بھی بہت ہیں (بہ آواز) اچھا تو میں آپ کے قریب آکر کہوں تاکہ کوئی غیر نہ سن لے دیوار ہم گوش دارد ۔ لیکن ہاں ذرا ٹھیرئیے ۔ پہلے تو وعدہ کر لیجئے کہ آپ ان کو نکالیں گے نہیں ۔

ابوجہل ۔ اچھا بھائی میں وعدہ کرتا ہوں کہ جو کوئی بھی ہوں میں ان کو نکالونگا نہیں ۔

ابلہ ۔ سنئے ۔ چند لوگ ہر روز شام کو سیاہ پوشاکیں پہنکر پہاڑوں کی سیر کو جایا کرتے ہیں اور وہاں بڑے بڑے سیاہ رنگ کے جال لگاتے ہیں ۔ بہت بڑے بڑے کالے جال (ہاتھ سے بتاکر) یکھو اتنے بڑے بڑے ۔

ابوجہل ۔ آخر اس کی علت غائی ۔

ابلہ ۔ صرف اس غرض سے کہ فرشتے وہاں آئیں تو ان کے پاؤں ان جالوں میں پھنس جائیں ۔ لیکن روز صبح کو آفتاب نکلنے سے پہلے میں وہاں پہنچ جاتا ہوں اور اپنی مقراض سے جال کاٹ دیتا ہوں ۔ فرشتے پھر پھر اڑ جاتے ہیں دیکھئے کسی سے کہئے گا نہیں ۔

ابوجہل ۔ اب معلوم ہوا کہ تم فی الواقع ابلہ ہو ۔ بالکل اسم با مسمیٰ ہو ۔ تم نے تو مجھ سے

کہا تھا کہ میں بڑا عقلمند آدمی ہوں۔ میں نے فرشتوں کو کبھی نہیں دیکھا۔

ابلہ۔ اس دھوکے میں نہ رہئے گا۔ میں نے سینکڑوں ہزاروں فرشتے دیکھے ہیں۔

ابوجہل۔ کیا تم فرشتوں کے حق میں بھی خوش نصیبی کا باعث ہوتے ہو۔

ابلہ (گالوں پر ہاتھ مار کر) توبہ توبہ فرشتوں کے لئے ایسا نہ کہئے گناہ ہوتا ہے۔ جو کوئی ذرا غور کے ساتھ دیکھے فرشتے اس کو نظر آجائیں گے وہ گھانس کی شاخوں کے مانند ہوتے ہیں۔

ابوجہل۔ اور تم ان کو کب دیکھتے ہو۔

ابلہ۔ جب انسان کی حالت سکون کی ہوتی ہے تو اس کے قلب کے اندر ایک چیز پیدا ہوتی ہے جو مثل ستاروں کے ساکن ہوتی ہے۔ ان سات متحرک سیاروں کی مانند نہیں بلکہ (آسمان کی طرف اشارہ کر کے) ان جڑے ہوئے ستاروں کی طرح۔

ابوجہل۔ ہاں پھر۔

ابلہ۔ اس کے چند لمحہ بعد یکایک اس کو شگفتہ پھولوں کی خوشبو معلوم ہوتی ہے اور طویل القامت مقدس صورتیں مسکراتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ ان کے جسم آتشِ سوزاں کے شعلوں کی مانند ہوتے ہیں۔

ابوجہل۔ ابلہ انہیں دیکھے ہوئے تو مدت گزر گئی ہوگی۔

ابلہ۔ لاحول ولاقوۃ۔ میں نے ابھی ابھی ایک کو اپنے پیچھے آتے ہوئے دیکھا تھا وہ مسکراتا تو نہ تھا لیکن اس کا لباس شعلہ ساں ضرور تھا۔ اور اس کے سر کے چاروں طرف ایک نہایت روشن حلقہ نظر آتا تھا۔

ابوجہل۔ اچھا بس۔ اپنی رام کہانی ختم کرو۔ یہ چار پیسے لو اور دفع ہو۔ تم قطعی ابلہ ہو۔

ابلہ۔ آہو! چار پیسے! خدا بھلا کرے گا۔ بڑی برکت ہوگی (اپنی ہتھیلی کو ہلاتا ہوا چلے جاتا ہے)

ابوجہل (دل میں) لوگ اس کو احمق اور مسخرہ کہتے ہیں لیکن یہ ان اوہام پرستوں سے
زیادہ جاہل نہیں ہے جو کسی زمانہ میں وحی و الہام کا دعویٰ کیا کرتے تھے۔ اپنے وعظ و
نصائح سے تالیفِ قلوب کرتے تھے۔ وہ عالمِ ثلاثہ کے بھی قائل تھے۔ لیکن دروغ
کو کبھی فروغ نہیں ہوتا۔ میں نے ان کے عالموں کو اپنے سائنس کے علوم جدیدہ
کے ذریعہ سے بالکل مسترد کر دیا (کتاب اٹھا کر) میں نے ان کے دینیات کا دفتر
اپنے فلسفہ کے زور سے خاک میں ملا دیا۔ ان کے بے ستون فرضی سقف نیلگوں
کو اپنے فن سے مسمار کر دیا۔ فرشتوں کی آوازوں کو جو ان کے کانوں میں گونجا
کرتی تھیں اپنی صرف و نحو کی مدد سے لایعنی ثابت کر دیا۔ میں نے علم ہندسہ کی مدد
سے معرکہ جنگ میں افواج کی ترتیب دی جو ان کے آسمانی لشکروں کی ہزیمت
کا باعث ہوئی۔ اے علم کلام! اے علم منطق! کہاں ہو۔ آؤ اور شہادت دو کیا
میں نے اپنی پرجوش تقریروں اور معقول دلیلوں سے غنیم کی جاہل اور گمراہ
فوج کو پامال نہیں کیا؟ (عزرائیل ہیبت ناک سرخ لباس پہنے اور ایک سرسبز شاخ
ہاتھ میں لئے دروازہ پر نظر آتا ہے۔ اس کے سر کے چاروں طرف ایک سنہرا روشن
حلقہ ہے) میرے یہاں آنے سے پہلے لوگوں کے عقائد کیسے فاسد تھے۔ آسمان کی
بابت جہاں طائران خوش الحان نغمہ سرائی کرتے ہیں اور ملائکہ جن کا نزول ہر
مسکن میں ہوتا ہے لوگ عجیب و غریب روایات گڑھتے تھے۔ لیکن میں نے ان کے
خیالات کی کماحقہ اصلاح کر دی ہے ان کے عقائد کو راہ راست پر لے آیا یہ سب
میری وہ خدمات ہیں جو میں نے راہ حق میں کیں۔ ان سے کون انکار کر سکتا ہے لیکن
اس مقام پر مجھکو اقسام عالم پر غور کرنا ہے۔ مجھے یاد آتا ہے کہ جب میں بچہ تھا تو والدہ
اکثر ایسی باتیں کیا کرتی تھیں وہ کہا کرتی تھیں کہ جب ہم سوتے ہیں تو ہماری روح
بیدار ہوتی ہے اور جو چیز بظاہر کملائی ہوئی نظر آتی ہے باطن میں شگفتہ ہوتی ہے

بہشت کے میوے جن کے دیکھنے کو ہماری آنکھیں ترستی ہیں ان لوگوں کی غذا ہے جو ہماری نظر سے غائب ہیں۔ لیکن یہ عقائد محض جاہل مرد عورتوں کے ہو سکتے ہیں ایسے پوچ خیالات سے اس کتاب کو کیا نسبت۔ کیا عقائد اس پایہ کے ہیں کہ بابل کی دیواروں پر لکھے جائیں ہرگز نہیں! (عزرائیل کی طرف نظر اٹھتی ہے) آہا تم کون ہو کہاں سے آئے ہو مجھے یاد آتا ہے کہ میں نے تمہاری شکل و شباہت کے لوگ بچپن میں خواب میں دیکھے تھے۔ یہ روشن حلقہ۔ یہ سرخ لباس۔ یہ صورت۔ سب خواب و خیال ہو گئیں اب تو خواب میں بھی نظر نہیں آتیں۔

عزرائیل۔ میں موت کا فرشتہ ہوں۔ خدا نے مجھکو آپ کے پاس بھیجا ہے۔

ابوجہل۔ ایں کیا میرے پاس۔

عزرائیل۔ جی ہاں۔ آپ کے پاس۔

ابوجہل۔ کیوں خیر تو ہے۔

عزرائیل۔ ایک پیغام لیکر آیا ہوں۔

ابوجہل۔ فرمائیے۔

عزرائیل۔ حضرت پیغام یہ ہے کہ آپ ایک گھنٹہ کے اندر عالم فانی سے عالم جاودانی کا سفر کریں گے (ریت گھڑی الٹا کر رکھ دیتا ہے) آخری ذرے ریت کے بیچ والے شیشے میں گرے نہیں کہ آپ رخصت ہوئے۔

ابوجہل۔ آخر میرے مرنے کا باعث میری موت تو ابھی قبل از وقت ہے۔ میرے اہل و عیال کی کون پرورش کریگا۔ بچے ابھی چھوٹے چھوٹے ہیں ان کو کس کے اوپر چھوڑونگا۔ شاگردوں کی تعلیم و تربیت کس کے سپرد کرونگا ان کو ابھی بہت کچھ سیکھنا ہے۔

عزرائیل۔ جب سے آپ نے فلسفہ کی تعلیم سے دہریت پھیلائی ہے بہشت میں ایک متنفس کی روح بھی داخل نہیں ہوئی ہے اس کے راستوں میں گھانس اگ آئی ہے۔ پھاٹک

زنگ آلود ہوگئے ہیں رضوان تنہائی سے گھبرا رہا ہے۔

ابوجہل (پریشان ہوکر) کیوں حضرت میری وفات کے بعد آخر میرا کیا حشر ہوگا۔

عزرائیل۔ جو کچھ آپ کا حشر ہوگا ظاہر ہے۔ آپ نہ بہشت کے وجود کے قائل نہ اعراف کے اس لئے آپ کا گذر دونوں جگہ ناممکن ہے۔

ابوجہل۔ لیکن میں نے تو دوزخ کے وجود سے بھی انکار کیا۔

عزرائیل۔ جی نہیں دوزخ تو مخصوص منکرین کے واسطے بنائی گئی ہے۔

ابوجہل۔ دوزخ کی اذیتیں تو ناقابل برداشت ہیں۔ کیسے جھیلی جائیں گی۔ بچپن میں کبھی دوزخ کا بیان پڑھا تھا وہ تو نہایت ہیبت ناک تھا۔ اے جلیل القدر فرشتے یہ سچ ہے کہ دوزخ منکرین ہی کا مقام ہے۔ (اے میری عقل تجھے کیا ہوا اس وقت کیا تجھ پر پتھر پڑ گئے تھے میں نے واجب الوجود سے خود انکار کیا۔ اور لوگوں کو اپنے عقیدہ کی تعلیم دی۔ الحاد کی اشاعت کی اور راہ حق سے پھرا۔ خدا کے اس ایلچی نے مجھ پر کیا سحر کیا کہ یکبارگی میری آنکھیں کھل گئیں۔ میرے قلب کی ماہیت ہوگئی۔ اور میں اپنی نظروں میں خود ہی خدا کا ایک گنہگار بندہ نظر آنے لگا (سربسجود ہوکر) اے میرے قادر مطلق خدا۔ اے میرے پروردگار۔ اے میرے ارحم الراحمین مجھے بخش میں تیرا ایک ذلیل و خوار گنہگار بندہ ہوں (سجدہ سے سر اٹھاکر) اے خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے۔ اے ملک الموت للہ تو ہی مجھکو بچا۔ تو گواہ ہے کہ میں اپنے معاصی سے صدق دل کے ساتھ توبہ کرتا ہوں اور باری تعالے سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہے۔

عزرائیل۔ کیا خوب!! اب معافی کیسی۔ توبہ کا کیا ذکر۔ اب تو وہ وقت گزر گیا۔

ابوجہل۔ ممکن ہے کہ آپ کے نزدیک عقل انسانی شکوک اور شبہات سے مبرا ہو لیکن درحقیقت یہ نہیں ہے۔ الانسان مرکب من الخطاء والنسیان۔ اور آپ ذرا بھی کلام نہیں کہ مجھ کو آفات ارضی و سماوی سے عبرت حاصل کرنا چاہیئے تھا لیکن میں نے انکی

واقفیت کو مختلف اسباب پر محمول کیا۔ میں نے اپنے اعمال سے کبھی کے توبہ کرلی ہوتی
اگر آپ کی مقدس صورت اس سے پیشتر دیکھی ہوتی۔ خدا کے واسطے اب آپ میری
دستگیری کیجئے۔ اس وقت میرے ہوش و حواس بجا نہیں ورنہ میں آپ کے ہاتھوں
کو بوسہ دیتا۔ نہیں نہیں بلکہ آپ کے قدموں کو۔ نہیں نہیں بلکہ صرف آپ کے کفش پا
کو اپنے سر پر رکھکر سعادت دارین حاصل کرتا۔ لیکن مجھ سے تو کچھ ہو نہیں سکتا میرے
اوسان خطا ہیں۔ آنکھوں کے سامنے تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ ہاتھ پاؤں قابو میں نہیں ہیں
عزرائیل۔ افسوس وہ وقت نکل گیا۔ اگر تم اس وقت اپنے حواس میں بھی ہوتے تو مجھکو
ہاتھ لگانے کی تاب نہیں لاسکتے تھے۔

ابوجہل (ذرا سنبھلکر) ذرا ہماری حالت پر غور کیجئے اور پھر اپنی حالت سے مقابلہ کیجئے
چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ آپ کا مقام وہاں ہے جہاں ہمارا خیال بھی مشکل سے پہنچتا ہے
ممکن ہے کہ ہمارے انکار کے اسباب آپ کے فہم و ادراک سے اتنے ہی باہر ہوں جتنا
کہ ہماری سمجھ سے اقرار کے دلائل! میں کیا ہذیان بک رہا ہوں۔ حجت اور مباحثہ کا
یہ وقت کہاں ہے۔ خدا کے واسطے مجھے اتنی مہلت دیجئے کہ میں اپنے معاصی سے توبہ کرلوں
اور اپنی نجات کے لئے بارگاہ الٰہی میں گڑگڑا کر دعا مانگوں۔ ایک سال۔ ایک مہینہ۔ ایک
ہفتہ۔ ایک دن۔ نہیں نہیں صرف ایک گھنٹہ۔

عزرائیل۔ آنچہ گذشت گذشت۔ تلافی مافات غیر ممکن ہے۔ البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ
اگر اس ایک گھنٹہ کے اندر کسی باایمان خدا کے بندہ کو تلاش کرلو تو تمھارے ساتھ اتنی
رعایت ہوسکتی ہے کہ چند روز اعراف میں رہنے کے بعد بہشت میں داخل ہونے کے مستحق
ہو جاؤگے۔ خدا بڑا رحیم اور کارساز ہے اس کی رحمت عام ہے۔ اسکی قدرت کی کوئی حد نہیں
ان اللہ علی کل شیئ قدیر۔ وہ جلے ہوئے دانے سے بارور درخت اگا سکتا ہے۔ مجکو اب
دیر ہوتی ہے میں رخصت ہوتا ہوں۔

ابوجہل۔ جل جلالہ۔ عم نوالہ۔ خداوندا قربان۔ تیری شان کبریائی کے کہ تونے میرے لئے غیب سے نجات دہندہ بھیجا۔

عزرائیل۔ (دروازہ تک جاکر ٹھہر جاتا اور گھڑی کی طرف اشارہ کرکے کہتا ہے) تھوڑی دیر میں اوپر والا شیشہ خالی ہو جائیگا۔ عزرائیل چلا جاتا ہے۔

ابوجہل (دل میں) میں اپنے شاگردوں کو بلاتا ہوں وہ ضرور ابتک اپنے عقائد میں مذبذب ہیں (گھنٹی بجا کر) ایک لمحہ میں وہ یہاں موجود ہوں گے (کان لگا کر) اب ان کے قدموں کی آہٹ سنائی دیتی ہے۔ یقیناً ان کے عقائد ابتک تبدیل نہیں ہوئے۔ وہ مجھکو خوش رکھنے کے لئے کہدیتے ہیں کہ ہمارے عقائد درست ہوگئے ہیں۔ اعتقاد ایسی چیز نہیں ہے کہ آسانی سے تبدیل ہو سکے اور بالفرض اگر ان کے عقائد میں تغیر بھی ہو گیا ہے تو کچھ مشکل نہیں ادنی سی بات ہے جو کچھ میں نے ابتک ثابت کیا ہے میں اسکو باطل کر دونگا (دوبارہ گھنٹی بجاتا ہے) وہ آپہنچے میں میز پر جاتا ہوں۔ میں ان سے ایسی آہستگی سے بات چیت کروں گا کہ ان کو کچھ شبہ نہ ہو۔ نیچی نظریں کرکے خاموش کھڑا ہو جاتا ہے)

شاگرد اور ابلہ داخل ہوتے ہیں۔

ابلہ۔ چھوڑو۔ چھوڑو مجھے ایسی دلگی اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ میری تھیلی کیوں کھینچتے ہو۔ شہزادے میاں خدا کے لئے میری تھیلی چھوڑ دو۔

ذکی۔ کیا تمھارے دوست فرشتے نے یہ تھیلی تمھیں دی ہے۔ اپنے دوست سے کیوں نہیں کہتے کہ تمھاری تھیلی پیسوں سے بھر دے۔

ابلہ۔ اچھا پیسے دوگے۔

ذکی۔ پیسے کیوں مانگتے ہو تمھاری تھیلی میں تو بہت سے پیسے معلوم ہوتے ہیں۔

ابلہ۔ مجھے میوہ اور گوشت خریدنا ہے۔ شام کے لئے شراب چاہئے۔ خرگوش اور گلہریاں

جو میرے سیوے لیجاتی ہیں ان کو پکڑنے کے لئے جال اور ان کے کباب بنانے کے لئے برتن مول لینے ہیں۔

ذکی۔ تمھارے دوست فرشتے خاں تمھیں دفینوں کا پتہ کیوں نہیں بتا دیتے کہ تم چین کرو۔

معتقد۔ وہ تمھیں خواب میں خزانہ کیوں نہیں دکھا دیتے۔ اگر کوئی تین مرتبہ خواب میں کہیں خزانہ دیکھ لے تو اس کو وہاں ضرور خزانہ ملتا ہے۔

ابلہ۔ ان باتوں سے کیا حاصل۔ کچھ پیسے دلواؤ (دامن پھیلا کر) لاؤ دیتے ہو!

وہ سب اس کے دامن میں پیسے ڈالتے ہیں۔

(ابلہ ہنوز دروازہ پر کھڑا ہے اور ہر نووارد سے پیسے مانگتا ہے۔

ذکی (ابوجہل سے) کیا جناب ابلہ کو اپنا شاگرد بنانا پسند کریں گے۔

معتقد (ابلہ سے) اگر ہم تمھیں پڑھا دیا کریں تو تم ہمیں پیسے دوگے؟ تم بھلا کیوں خرچ کرنے لگے۔ تم تو پہاڑوں پر مفت پڑھنے جایا کرتے ہو۔ اچھا یہ تو بتاؤ پہاڑوں پر کیا سیکھتے ہو۔

ابوجہل (اب تک اپنی دھن میں کھڑا تھا) خاموش اپنی اپنی جگہ چپ چاپ کھڑے ہو جاؤ۔ میں تم سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں (ایک لمحہ کے اندر وہ سب کھڑے ہو جاتے ہیں ابلہ دروازہ پر موجود ہے) کیا تم میں سے کوئی وجود الٰہی اور روز قیامت کا قائل ہے۔

کل شاگرد۔ جناب کوئی نہیں۔

ابوجہل۔ مجھے پہلے ہی سے یہ اندیشہ تھا کہ تم سب یہی جواب دوگے میرے خوش کرنے کو اصلیت کو چھپاتے ہو۔ ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ خوف مت کھاؤ میں ہرگز ناخوش نہ ہوں گا۔ تم سچ سچ بتا دو۔

ذکی۔ پیشتر ہم ضرور اس عقیدہ کے پابند تھے لیکن آپ کی تعلیم کی برکت سے ہمارے

عقائد کی اصلاح ہوگئی ۔

ابوجہل ۔ فی الواقع میری تعلیم تمھارے لئے کچھ مفید ثابت نہیں ہوئی لیکن میرے خوف سے تم اصلیت کا اظہار نہیں کرتے ہو ۔

ذکی ۔ جی نہیں میں جو کچھ عرض کر رہا ہوں بالکل سچ ہے ۔

ابوجہل ۔ اگر تم صاف صاف اقرار کر لو کہ تمھارے عقاید میں کچھ فرق نہیں آیا تو میں ہرگز ناخوش نہ ہونگا ۔ بلکہ میری خوشنودی کا باعث ہوگا ۔

ذکی ۔ (اپنے پاس کے طالب علم سے) حضرت اسوقت عجیب حجّت پر آمادہ ہیں ۔

اس کا ساتھی ۔ میں شروع ہی سے کھٹک رہا تھا ۔

ذکی ۔ (ابوجہل سے) جناب ہمارا سبق تو آج اس مقام پر ہے جہاں ایک فقیر کا ذکر ہے جس نے بابل کی دیواروں پر ایک عبارت لکھدی تھی ۔

ابوجہل ۔ اسوقت میرا عزیز شاگرد وہی ہے جو خدا کا قائل ہو ۔ تم میں سے کوئی تو ضرور ہوگا ۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ جو کچھ تم نے بچپن میں اپنی ماں کی گود میں سیکھا ہے وہ حرف غلط کی طرح یکلخت تمھارے دل سے محو ہو جائے ۔ میرے خیال میں یہ حدّ امکان سے باہر ہے ۔

ذکی ۔ جناب کے تشریف لانے سے پیشتر اس سرزمین پر کوئی ایسا محقق اور جیّد عالم نہ تھا جو ہم کو قعر ضلالت سے نکالکر ہمارے قلبوں کو حق کی روشنی سے معمور کرتا آپ نے وعظ و الفاظ سے ہم کو حق کی تعلیم دی اور راہ راست پر چلایا آپ نے آخری مناظرہ سے اتمام حجت بھی کر لی ۔

فہیم ۔ جناب نے اس مُلّا کو بھی اپنے معقول دلائل سے خاموش کر دیا تھا جناب نے اس سے یہی بحث کی تھی کہ جس خدا کے وجود کو تم تسلیم کرتے ہو اگر وہ موجود ہے تو مادّی اور جسمانی ہے ہے یا غیر جسمانی اور روحانی ہے ۔ صورت اول میں لازم آتا ہے کہ خود خدا مادّہ کا ایک جزو اور قوانین مادّہ کا پابند ہے ۔ صورت ثانی میں خدا کا اس ہیئت و صورت کے خلاف ہونا لازم آئیگا جس میں مذاہب نے خدا کو ذی جسم تسلیم کیا ہے ۔ اس بحث سے وہ لاجواب ہوگیا اور لاحق

باتیں بکنے لگا ۔
ابوجہل ۔ (وسط کمرہ میں کھڑے ہو کر) اے میرے بچو، میں نے ابتک تم کو تاریکی
میں رکھا فی الواقع میں خود حقیقت سے ناواقف تھا۔ خدا کی ذات واجب الوجود
ہے۔ روز قیامت برحق ہے۔ (ابلہ اس اثنا میں برابر دروازہ کے قریب بیٹھا ہوا
انگلیوں پر حساب کرتا رہتا ہے کہ وہ اپنے پیسوں سے کیا کیا چیزیں خریدیگا)
شاگرد ابوجہل کی یہ تقریر سنکر حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں۔
ذکی ۔ (فہیم سے) جب تک ان سے جرح نہ کیجائیگی یہ ہرگز نہ مانیں گے۔
(ابوجہل سے) اچھا آپ ملائکہ کا وجود ہی ثابت کر دیجئے۔
ابوجہل ۔ (نہایت متانت سے) تمھارے یہاں آنے سے چند لمحہ پیشتر ایک شخص
دروازہ پر آیا میری آنکھیں چار ہوئیں تو کیا دیکھا کہ ایک فرشتہ کھڑا ہوا ہے۔
ذکی۔ جناب آپنے خواب دیکھا ہوگا۔ خواب میں ہر شخص فرشتوں کو دیکھ سکتا ہے۔
ابوجہل ۔ (دونوں ہاتھ اٹھاکر) خداوندا تو شاہد ہے کہ وہ خواب نہ تھا میں بالکل
بیدار تھا۔ ایسا ہی بیدار تھا جیسا کہ اسوقت ہوں۔ (شاگردوں سے) تم سب
یقین کرو کہ میں فی الواقع بیداری کی حالت میں تھا۔
ذکی ۔ بعض لوگ بیداری کی حالت میں بھی خواب دیکھتے ہیں۔ ان کے قول و
فعل پر کون یقین کر سکتا ہے اور جب یہ امر مسلم ہے کہ اس محسوس عالم کے بعد کوئی
غیر محسوس عالم نہیں تو فرشتوں کا وجود کہاں سے آیا گستاخی معاف آپ نے جو
تعلیم ہمیں دی ہے وہ یہی ہے۔ ملا صاحب سے جب بزرگان دین کے الہام کی
بابت مباحثہ ہوا تھا تو جناب نے اسی قسم کے جواب اُن کو دئے تھے۔
فہیم ۔ جناب کو یہ معلوم کرکے نہایت مسرت ہوگی کہ جو کچھ آپنے ہمکو سکھایا اسکو ہم نے
نہایت شوق و محبت سے سیکھا اور یاد رکھا۔

ابوجہل ۔ (جھنجھلا کر) مردود میرے سامنے سے دور ہو۔ میں تمھاری صورت دیکھنا نہیں چاہتا۔ مجھے تو یہ فکر ہے کہ میں اپنی موت کی گھڑی سے پہلے کسی عقیدت مند شخص کو تلاش کر لوں اور تم میرے سامنے حجتیں پیش کرتے ہو دلیلیں لاتے ہو تم ایسے گمراہوں سے میں کیا عہدہ برآ سکتا ہوں نکلو دور ہو۔ ورنہ ڈنڈے سے تمھاری خبر لیتا ہوں ۔

ذکی ۔ (دل میں) بڑے حضرت ہیں ۔ مذہب بھی کھیل بنا رکھا ہے ۔ اُس ملّا کی طرح جب تک زبان نہ بند کر دی جائیگی نہ مانیں گے ۔

ابوجہل ۔ (ہاتھ میں چھڑی لیکر) لعینو ۔ نکلو یہاں سے ۔ میں کسی کی صورت دیکھنا نہیں چاہتا (سب شاگرد جلدی جلدی باہر جارہے ہیں ۔ بعض کچھ رُکتے ہیں ۔

فہیم ۔ (اپنے اُن ساتھیوں سے جو ذرا ٹھٹکتے ہیں) چلیے بھی آؤ ۔ ان کا مزاج اسوقت ٹھیک نہیں ہے ۔ یہ فکر ہے کہ کسی سے مباحثہ کریں اور خود ہی سنیں ۔

سب شاگرد باہر چلے گئے ۔

ابوجہل ۔ (اب تنہا کمرہ میں ہے ۔ جی میں کہتا ہے کہ اپنی بیوی کو تو بلاؤں وہ ضرور خوش عقیدہ ہوگی ۔ عورتیں بڑی راسخ الاعتقاد ہوتی ہیں ۔ دو قدم بڑھ کر پہلو کا کمرہ کھولتا ہے اور اپنی بیوی کو بلاتا ہے ۔

ابوجہل ۔ زاہدہ ! زاہدہ !

زاہدہ ۔ ایک ڈھیلا ڈھالا لمبا کرتا پہنے ہوئے آستین چڑھائے ہوئے آتی ہے ۔

زاہدہ ۔ فرمائیے ۔ کیا ہے ۔

ابوجہل ۔ زاہدہ دیکھو میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں سچ بتانا ۔ میری خاطر سے جھوٹ نہ بولنا ۔

زاہدہ ۔ میری تو جھوٹ بولنے کی عادت نہیں یقین مانئے کہ میں نے بچپن میں کبھی اُستانی جی کی مار کے ڈر سے بھی جھوٹ نہیں بولا ۔

ابوجہل ۔ اچھا بتاؤ تم کبھی نماز بھی پڑھتی ہو ۔
زاہدہ ۔ (تعجب سے) نماز! جی نہیں میں تو نہیں پڑھتی ۔ میری نماز چھوٹے ہوئے مدت ہو گئی جب سے آپ نے اوٹ پٹانگ حجتیں کر کے نماز کو فضول ٹھہرایا میری نماز بالکل نہیں ہوئی ۔ اس کا عذاب و ثواب آپ کے سر پر ہے شروع میں تو مجھے ضرور کچھ کھٹکا سا ہوا تھا مگر اب تو کبھی خیال بھی نہیں آتا ۔ گھر کے دھندے سے فارغ ہو کر سیدھی چارپائی پر جا لیٹتی ہوں ۔
ابوجہل ۔ زاہدہ کیا تم خدا کی بھی قائل نہیں رہیں ۔
زاہدہ ۔ آہ! نہیں کبھی پہلے تھی اب تو نہ خدا کا دیدار نہ محمدؐ کی شفاعت جب سے آپ کے حوالے ہوئی بے دین ہو گئی ۔ سنا تھا کہ بیویاں بڑی نیک ہوتی ہیں جو اپنے خاوند کی مطیع اور تابعدار ہوں ۔ اس تابعداری نے میری تو عاقبت بگاڑ دی ۔
ابوجہل ۔ کیا تمہیں تنہائی میں بھی کبھی اپنے پچھلے عقائد کا خیال نہیں آتا ۔ آخر تم تنہائی میں کیا کیا کرتی ہو ۔
زاہدہ (سوچ کر) میں تو کچھ بھی نہیں کرتی ۔ گھر کے بکھیڑوں سے مجھے کہاں فرصت ملتی ہے کہ کچھ کروں ایک نہ ایک لگا ہی رہتا ہے ۔ آپ نے مجھے نہ یہاں کا رکھا نہ وہاں کا ۔
ابوجہل ۔ (گھبرا کر) ہائے میں اب کیا کروں کچھ سمجھ میں نہیں آتا ۔ کیا دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں جو خدا کا قائل ہو؟ ضرور ہو گا ۔ جو بندہ یا بندہ ۔ پھر ہمت باندھنا چاہیے ضرور کامیاب ہو گی ۔ دنیا نیک بندوں سے خالی نہیں (دروازہ کی طرف جاتا ہے اور پیچھے پھر کر بالو گٹھڑی کو بار بار دیکھتا جاتا ہے (جی میں) لیکن میں گٹھڑی کو کیسے چھوڑوں اس کا نظر سے اوجھل ہونا نہایت خطرناک ہے ۔
زاہدہ ۔ خیر تو ہے کیا آج پھر آپ نے بحث مباحثہ کی جی میں ٹھانی ہے ۔
ابوجہل ۔ دروازہ کے باہر دیکھ کر مجھے بتانا ۔ کوئی سڑک پر نظر آتا ہے میں اس

گھڑی کو نہیں چھوڑ سکتا اگر کسی نے اس کو حرکت دی تو ستم ہی ہو جائے گا۔ بالو
تیزی کے ساتھ گرنے لگے گا۔

زاہدہ ۔ میری سمجھ میں تو یہ باتیں آتی نہیں اور ایسی بات کوئی خاک سمجھے جس کا نہ سر نہ پاؤں۔ (باہر دیکھ کر) جی ہاں کچھ لوگ سر راہ آپ کے شاگردوں سے باتیں کرتے ہوئے نظر تو آتے ہیں۔

ابوجہل ۔ پیاری زاہدہ ذرا جلدی سے جاؤ اور دریافت کرو ان میں سے کوئی خدا کے وجود کا بھی قائل ہے۔

زاہدہ ۔ (اپنے ہاتھ رومال سے صاف کر کے اور استینیں نیچے اتار کے) ناک میں دم آگیا ہے کسی وقت چین نہیں ہر وقت حجت ہر وقت ۔ ۔ ۔ ۔ کسی وقت تو انسان آرام سے بیٹھے۔ ان کے ساتھ شادی ہو کر تو میری تقدیر ہی پھوٹ گئی (باہر جاتے وقت باورچیخانہ کی طرف نظر پڑتی ہے اور بچوں سے خفا ہو کر کہتی ہے) بڑے شریر ہو تم نے مجھے بہت ستایا ہے۔ میں باورچیخانہ سے نکلی نہیں کہ تم نے روٹیاں برباد کرنی شروع کر دیں الگ ہٹو کمبختوں سے ناک میں دم آگیا ہے

ابوجہل ۔ (جی میں) لاؤ ذرا باری تعالیٰ کی درگاہ میں توبہ اور استغفار ہی کروں مجھے تو دعا بھی یاد نہیں آتی۔ ایک مختصر سی دعا میں بچپن میں اکثر پڑھا کرتا تھا شاید وہ یاد ہو گی (دو زانو بیٹھکر) رب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ربنا مجھے تو یہی نہیں یاد آئے تو کہاں سے۔ بیس برس سے سجدہ تک نہیں کیا۔ خدا کا نام تک نہیں لیا خیر لاؤ اپنی روزمرہ کی زبان ہی میں ادا کروں۔ ابلہ کو بھی میں نے اکثر ایسا ہی کہتے سنا ہے خداوندا تو بڑا رحیم و کارساز ہے۔ تیری ذات بے نیاز ہے میں تیرا ایک ناچیز گنہگار بندہ ہوں میری خطاؤں کو بخش اور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اتنے میں زاہدہ داخل ہوتی ہے ابلہ اس کے پیچھے پیچھے ہے۔

ابلہ۔ (زاہدہ سے) کچھ تو دیجئے ایک ہی پیسہ سہی۔ شام کے لیے شراب کباب خریدنے ہیں

زاہدہ۔ (ابلہ سے چل دور ہو میرے پاس پیسہ ویسہ نہیں ہے۔ موے نے جان کھائی (ابوجہل سے) آپ کے شاگردوں کو اب تک کوئی نہیں ملا جو آپ سے بحث کرنے کو تیار ہو مجھے تو اب یہاں کوئی ایسا نظر نہیں آیا جس کے دل میں ذرہ برابر نور ایمان باقی ہو۔ اور جب سے آپ نے ملا صاحب کو لاجواب کیا ہے تب سے بکثرت آپ کے ہمخیال ہوگئے ہیں۔ اب آپ میرے اوپر رحم کیجئے چین سے بیٹھئے۔ حجتوں اور دلیلوں سے کیا حاصل ہے اب جاتی ہوں مجھے کھانا تیار کرنا ہے۔

ابوجہل۔ اچھا جاؤ۔

زاہدہ باورچیخانہ کی طرف جاتی ہے۔

ابوجہل۔ (جی میں) کیا دنیا میں اب کوئی مونس و ہمدرد نہیں۔ ہاں مجھے کچھ خیال نہیں آیا۔ بچے ضرور خدا کے قائل ہوں گے۔ ان میں اتنی عقل کہاں کہ وہ وجود الٰہی میں شک وشبہ کریں۔ شک انھیں کو ہوتا ہے جن کو خدا نے عقل دی ہو بچوں کو بلانا چاہیے (زاہدہ کو پکار کر) زاہدہ ذرا بچوں کو میرے پاس بھیج دینا۔

زاہدہ۔ (بچوں سے) تمھارے باپ تمھیں بلاتے ہیں۔ دیکھو کیا کہتے ہیں۔

(دونو بچے باپ کے کمرہ کی طرف بڑھتے ہیں اور کچھ دور کھڑے ہو ہو کر خوفزدہ صورت سے باپ کی طرف دیکھتے جاتے ہیں)

ابوجہل۔ آؤ چلے آؤ ڈرو مت۔ میں تم سے ایک بات پوچھونگا۔

لڑکے کمرے کے اندر داخل ہوتے ہیں۔

ابوجہل۔ اچھا یہ بتاؤ کہ تم خدا کے قائل ہو۔

تقی ۔ (اباّ آپ نے جو کچھ ہمیں سکھایا سب یاد ہے ۔ ہم بھولے نہیں ۔
متقی ۔ جی ہاں ہمیں یاد ہے (دونوں ایک ساتھ بولتے ہیں) ہم اس چیز کے کیسے قائل ہو سکتے ہیں جس کو نہ ہم دیکھ سکیں نہ چھو سکیں ۔
تقی ۔ بے لکھے پڑھے آدمی خدا کو جانتے ہیں ۔ ابا آپ تو بڑے عالم فاضل ہیں آپنے تو ہمیں اس سے کہیں زیادہ اچھی باتیں سکھائی ہیں ۔
ابوجہل ۔ افسوس ۔ تم مثل اوروں کے بیکار ثابت ہوئے ۔ بالکل نکمے چلو دور ہو نکلو ۔ (بچے رو کر دروازہ کی طرف بھاگتے ہیں) میں تھوڑی دیر میں تم کو اس سے بھی زیادہ مفید سبق پڑھاؤنگا ۔ نہیں ہرگز نہیں ۔ اب میں کہاں اور تم کہاں ۔ اپنی ماں کے پاس جاؤ وہ تم کو تعلیم دیگی ۔ افسوس وہ بھی اس قابل نہیں ۔ اے خدا تو ان کی حالت پر رحم کر ۔ یہ تیرے ہی سپرد ہیں (دل میں) ایک پل میں میری مدد کے لیئے کوئی پہنچ ہی جائیگا ۔ کیا عجب ہے کہ کوئی دروازہ پر ہی ہو (بالو کے ذرے جلد جلد گر رہے ہیں اوپر والے شیشہ میں بہت تھوڑا بالو رہ گیا ہے) جو لوگ اپنی عقل پر بھروسہ کر کے اس کو رہنما بناتے ہیں وجود الٰہی سے انکار کرتے ہیں اور قدیم فلسفہ پڑھ کر دیمقراطیس کے دقیانوسی فلسفہ کو دہریت کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں لیکن انکی تحقیقات محدود ہے وہ محض ناواقف ہیں ۔ کاش یہ برگ و گیاہ زبان رکھتے ! اے گھاس کے پتّو بولو ! اے خدا کی وجود کی شہادت دینے والو بتاؤ ! کیا تمھارا ایک پتہ بھی وجود الٰہی میں شبہ کرے تو فوراً نہ مرجھا جائے مجھے خوب یاد ہے کہ میں نے کسی کتاب میں دیکھا تھا ۔

ہر گیاہے کہ از زمیں روید   وحدہ لا شریک لا گوید

لیکن تم خاموش ہو ۔ اے در و دیوار تم ہی جواب دو ! اے زمین تو ہی کہہ آخر ان درختوں کو کس نے لگایا ؟ ان پھول پتیوں کو کس نے اپنے ہاتھوں سے چُنا ؟

ان میں رنگ و بو کس نے پیدا کی؟ ان سربلند پہاڑوں کو کس نے نصب کیا! ان پر سبزہ کا فرش کس نے بچھایا؟ سمندر کس نے بنائے؟ ان کے عمق میں صدف کو اور صدف میں گہر بیش بہا کس نے پیدا کیا؟ اے زمیں تیرے شکم میں زر و جواہر کس نے بھرے؟ حیوانات کو کس نے پیدا کیا؟ مختلف الالوان پرندوں کو نغمہ سنجی کس نے سکھائی؟ اس گنبد زرنگار کو بے ستون کس نے قائم کیا؟ المختصر ارض و سما اور جو کچھ ان میں موجود ہے اس کا صانع حقیقی کون ہے؟ ہائے! میں کس کو تلاش کروں کون اس سیدھے سادے سوال کا جواب مجکو دے۔ ایک چھوٹا سا پاک لفظ ہے لیکن کسی کے منہ سے نہیں نکلتا۔ میں خود گمراہ رہا اور ہر شخص کو راہ حق سے پھیرا۔ عزرائیل نے بالکل سچ کہا تھا کہ جب سے میں اس سرزمین میں آیا ہوں کوئی روح بہشت میں داخل نہیں ہوئی (گھبرا کر) دیکھوں اب میرا کیا حشر ہوتا ہے میری امید اب منقطع ہوتی جاتی ہے جوں جوں دیر ہوتی ہے مایوسی بڑھتی جاتی ہے۔ نہ معلوم کس وقت خدا کا ایلچی پہنچ جائے۔ لاؤ میں میں کپڑے سے گھڑی کو ڈھک دوں (بالو گھڑی کو ڈھک دیتا ہے)

یکایک ابلہ پر اس کی نظر پڑتی ہے جو ایک تنکے سے دھوپ کے سایہ کو ناپ رہا ہے۔

ابلہ یہ تم کیا کر رہے ہو۔

ابلہ۔ ذرا ٹھیرو بتاتا ہوں۔

بوجہل۔ آخر بتاؤ تو یہ کیا حرکت ہے۔

ابلہ۔ میں دھوپ کے سایہ کو ناپ رہا ہوں تاکہ وقت کا اندازہ ہو۔

بوجہل۔ معلوم ہوتا ہے تم نے میرے اور عزرائیل کے درمیاں میں جو گفتگو ہوئی تھی سب سن لی اور تم اسی لیئے وقت دریافت کرنے کی فکر میں ہو۔ کیا تم فی الحقیقت

اسی انتظار میں ہو کہ مجھے مرتے ہوئے دیکھو۔

(ابلہ برابر سایہ کو ناپ رہا ہے اور کچھ حساب لگاتا جاتا ہے) میں نہیں چاہتا کہ جب وہ آئیں تو کوئی غیر شخص موجود رہو۔ تم اس وقت یہاں سے چلے جاؤ۔ (ابلہ کا کندھا پکڑکر باہر نکالنے کا ارادہ کرتا ہے۔ لیکن یکایک اس کے دل میں کوئی خیال آتا ہے اور اسکو روک لیتا ہے) نہیں ذرا ٹھہرو میں تم سے ایک سوال کرونگا۔ (کمرہ کے اندر لاکر) ابلہ کیا تم وجود الٰہی اور روز سزا و جزا کے قائل ہو۔

ابلہ۔ مجھ سے یہ سوال آپ نے بہت بعد از وقت کیا جب آپ یہ سوال اپنے طلبا سے کر رہے تھے تو مجھے خیال ہوا تھا کہ کاش یہ سوال ابلہ سے ہوتا تو وہ حضرت کو شافی جواب دیتا۔ اس لئے کہ ابلہ جب پہاڑوں پر جال کاٹنے جایا کرتا تھا تو فرشتے اس کو الٰہیات کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

ابوجہل۔ ابلہ۔ للّٰہ جلدی بتا۔ دیر نکر۔

ابلہ۔ کہا تو ہوں کہ میری معلومات اِن مسئلوں میں نہایت وسیع ہیں۔ میری سی عقل بلیوں اور خرگوشوں کی بھی نہیں ہے۔ یہ سب صحیح لیکن اب ابلہ میاں زبان سے کچھ نہ کہینگے۔

ابوجہل۔ بالو کے ذرّے برابر گر رہے ہیں اور ریت ختم ہوتے ہی میرا دم نکل جائیگا۔ خدا کے لئے میرے اوپر رحم کرو اور میرے سوال کا جواب فوراً دے۔ اگر مجھے کوئی دیندار آدمی نہ ملا تو میری روح بھٹکتی پھرے گی۔ اُس کا کہیں ٹھکانا نہ ہوگا۔ ابلہ مجھ پر رحم کرو اور بتا۔

ابلہ۔ (عقلمند و نکی سی صورت بنا کر نہایت سنجیدگی سے) نہیں نہیں ہیں نہیں اپنا راز نہیں بتا سکتا۔ میں تو آپ کو یہ بھی نہیں بتا سکتا کہ میری ہتھیلی میں کیا کیا ہے۔ آپ میرے عقائد کی چوری پر آمادہ ہیں۔ کل سڑک پر مجھے ایک رمّال ملا تھا اُس نے مجھ سے پوچھا کہ تمہاری ہتھیلی میں کتنے پیسے ہیں اُسنے کہا تمہاری ہتھیلی میں تین آنہ سے زیادہ نہیں اس سے زیادہ ہوں تو تین ہی آنہ کی شرط سہی۔ لاؤ میں ہتھیلی میں ہاتھ ڈالکر گن لوں۔ لیکن میں نے ہتھیلی کے ڈورے اسطرح (ڈورے کھینچکر) خوب کسدئے اور جلدی سے اُسکو

چھپا لیا۔ میں جب رات کو سونے جاتا ہوں تو اپنی تھیلی کو ایسی جگہ چھپا دیتا ہوں کہ کسی کے فرشتے کو بھی پتہ نہ لگے۔

ابوجہل ۔ (بالو گھڑی کا کپڑا اُتارنے کو ہاتھ بڑھاتا ہے اور پھر ہاتھ کھینچ لیتا ہے) نہیں نہیں میری ہمت نہیں پڑتی کہ کپڑا اُتاروں (دو زانو ہو کر) اے خدا کے لئے میرے اوپر ترس کھا اور میرے سوال کا جواب دے۔

ابلہ ۔ آہ! اب تم ناحق بے چین ہوتے ہو۔ جو کچھ تقدیر میں ہے وہ ہو کے رہیگا۔ لو میں تمہیں بتاتا ہوں۔ اب میں تم سے ذرا بھی خوف نہیں کھاتا۔ اچھا تمہارے قریب آجاؤں تو بتاؤں تاکہ عزرائیل کی نصیحت کو کوئی غیر شخص نہ سن لے۔

ابوجہل ۔ (تعجب سے) ایں! عزرائیل نے تم سے کیا کہا تھا۔

ابلہ ۔ سنئے جو کچھ کہا تھا بتاتا ہوں ایک مرتبہ میں پہاڑ پر بالکل تنہا تھا کہ ایک فرشتے نے مجھے یہ نصیحت کی کہ میاں ابلہ تم وجود الٰہی میں کبھی شک نہ کرنا اور روز قیامت کو کبھی نہ بھولنا۔

ابوجہل ۔ اُوہو میں سمجھ گیا ۔ ابلہ یا ایمان ثابت ہو۔ وہ خدا کے وجود اور بہشت و دوزخ کا قائل ہے "اهل الجنة بلهٌ" کی تصدیق ہوتی ہے (گھڑی کا کپڑا الٹ کر) ہائے غضب ہو گیا۔ بالو ختم ہو چکا۔ میرا جام حیات لبریز ہو چکا۔ میں کوئی دم کا مہمان ہوں (ابلہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کرسی پر بٹھاتا ہے) ابلہ ذرا میرے شاگردوں اور بیوی بچوں کو بلانا۔ (ابلہ گھنٹی بجاتا ہے) اُن کے قدموں کی آہٹ سنائی دیتی ہے۔ وہ آرہے ہیں میں اُن کو اب حق کی تعلیم دونگا۔ ہر شئے فانی ہے خدا کی ذات واجب الوجود اور غیر فانی ہے ہمارے عقائد باطل ہیں۔ حق کی طرف سے ہماری آنکھیں بند ہیں۔ میری زبان لڑکھڑاتی ہے۔ بولنے کی تاب نہیں۔ ابلہ اُن سے میرا آخری پیغام کہدینا کہ وہ اپنے عقائد کو درست کریں۔ مرنے کے بعد انسان کے اعمال کی پرسش ہوتی ہے میں بھی

اُن کے حق میں دعا کرتا ہوں۔ اے خدا . . . . . .
(ابوجہل کا دم نکل جاتا ہے۔ اُس کا سر ابلہ کے بازو پر رکھا ہے۔)
(شاگرد داخل ہوتے ہیں۔)
ذکی۔ ابلہ کو تو دیکھو گھنٹی انہوں نے بجائی تھی۔
معتقد۔ ابلہ تم نے ہمیں کیوں بلایا ہے۔ کیا کام ہے۔
فہیم۔ (چپکے سے ابوجہل کی طرف اشارہ کرکے) دیکھو کیسے غافل سو رہے ہیں تعجب نہیں کہ جناب ابھی نئے کوئی خواب دیکھا ہو (قریب جا کر غور سے دیکھتا ہے اور ہاتھ سے جنبش دیتا ہے) ذکی ذرا دیکھو تو ان کی کیا کیفیت ہے۔ ان میں تو جان معلوم ہی نہیں ہوتی۔
ذکی۔ (نبض ٹٹول کر) واقعی ان کی روح پرواز کر گئی ان میں دم باقی نہیں رہا۔
ابلہ۔ اُسکو حرکت مت دو۔ چپ چاپ ایک طرف بیٹھ جاؤ۔
سب پر خاموشی طاری ہو جاتی ہے۔
دیکھو اُس کی روح پرواز کر گئی۔ عزرائیل آیا۔ اُس نے اپنے ہاتھ پھیلا کر اُس کو لے لیا اب وہ اپنے ہاتھ عالم بقا میں کھولے گا (شاگردوں سے) مرتے وقت ابوجہل کی یہ آخری خواہش تھی کہ خدا تم کو نیک ہدایت دے۔ تم اُس کے واقعہ سے عبرت حاصل کرو۔ خدا کے وجود کا اقرار کرو۔ اور آخرت پر اعتقاد رکھو۔ اور اپنے اعمال کو درست کرو تاکہ عاقبت کے عذاب سے نجات پاؤ۔

(ابلہ حمد میں یہ قصیدہ پڑھتا ہوا وہاں سے چلا جاتا ہے)

ملکا ذکر تو گویم کہ تو پاکی و خدائی
نروم جز بہمان رہ کہ توی رہ نمائی

ہمہ درگاہ تو جویم ہمہ در راہ تو پویم
ہمہ توحید تو گویم کہ بہ توحید سزائی

تو خداوند یمینی تو خداوند یساری
تو خداوند زمینی تو خداوند سمائی

تو زن و جفت نہ جوئی تو خور و خفت نخواہی
احدا بے زن و جفتی ملکا کام روائی

نہ نیازت نہ ولادت نہ بفرزند تو حاجت
تو جلیل الجبروتی تو امیر الامرائی

تو کریمی تو رحیمی تو سمیعی تو بصیری
تو مذلی تو معزی ملک العرش بجائی

ہمہ را عیب تو پوشی ہمہ را غیب تو دانی
ہمہ ار رزق رسانی کہ تو موجود عطائی

نہ بودے خلق شود بودی نہ بود خلق تو باشی
نہ تو خیزی نہ نشینی نہ تو کاہی نہ فزائی

نہ سپہری نہ کواکب نہ بروجی نہ دقایق
نہ مقامی نہ منازل نہ نشینی نہ بیائی

بری از چون و چرائی بری از عجز و نیازی
بری از صورت تمکین بری از عیب و خطائی

بری از خوردن و خفتن بری از تہمت [illegible]
بری از بیم و امید بری از رنج و بلائی

تو علیمی تو حکیمی تو خبیری تو بصیری
تو نمایندہ فضلی تو سزاوار خدائی

نہ توان وصف تو گفتن کہ تو در وصف نگنجی
نہ توان شرح تو کردن کہ تو در وصف نیائی

احد الیس کمثلی صمد الیس کفضلی
لمن الملک تو گوئی کہ سزاوار خدائی

لب و دندان سنائی ہمہ توحید تو گوید
مگر از آتش دوزخ بودش زود رہائی

تذکرۂ ریختی

ادبیات اردو میں اصناف نظم و نثر سے اس قدر بے اعتنائی کی گئی کہ نہ تو کسی خاص صنف ادب کے نثر نگاروں
کا کوئی تذکرہ ہی شائع کیا گیا اور نہ شاعروں کا۔ اس کمی کو محسوس کرکے ملک کے مشہور انشا پرداز
ادیب مولوی تمکین کاظمی نے ریختی شعر کہنے والے شعراء کا ایک نہایت ہی عمدہ تذکرہ شائع کیا ہے
ریختی کب ایجاد ہوئی؟ موجد کون تھا؟ اس میں کیا کیا تغیرات ہوئے؟ کس کس نے
اس میں اصلاحات کیں؟ ریختی کا مرتبہ اُردو ادبیات میں! ریختی اور اخلاقیات، پر ایک فاضلانہ
مقدمہ بھی لکھا ہے جو بجائے خود ایک مستقل تصنیف ہے اور ابتدائے ایجاد ریختی سے اب تک
کے کل ریختی گو شعراء کے حالات اور کلام کے عمدہ ترین نمونے دئے گئے ہیں لکھائی چھپائی عمدہ کاغذ
بہترین قیمت (عہ)۔

ارنسٹ

انگلستان کے مشہور ڈرامہ نگار آسکر وائیلڈ کے مشہور شاہکار "دی امپارٹنس آف بی انگ ارنسٹ"
کا سلیس اور بامحاورہ ترجمہ ملک کے مشہور انشا پرداز مولوی تمکین کاظمی اور مولوی سعیدی نے کیا ہے
اور اصل کی خصوصیات کو ایک حد تک باقی رہنے دیا ہے اس پر ملک کے مشہور ادیب اور انشا پردازوں
نے پیش لفظ، تعارف، تقریب وغیرہ بھی لکھا ہے مؤلف اور مترجمین کے فوٹو بلاک بھی
دئے گئے ہیں۔

لکھائی۔ چھپائی عمدہ کاغذ اعلیٰ قیمت (عہر)۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ ابراہیمیہ امداد باہمی اسٹیشن روڈ حیدرآباد دکن

(یا)

دکن بک اینڈ اسٹیشنری مارٹ عابد بلڈنگ حیدرآباد دکن

شمس الاسلام پریس چھتہ بازار